فن اسماء الرجال
ائمہ حدیث کا عظیم الشان کارنامہ
سلسلۂ اسناد
حدیث پرکھنے کے اصول
فن جرح و تعدیل
اسنادِ عالی
رواۃ
وضعِ حدیث
ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

اور جو کچھ کہ دے تم کو رسول پس لے لو اس کو اور جو کچھ کہ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو

فنّ اسماء الرّجال

ائمہ حدیث کا عظیم الشّان کارنامہ

(یعنی)

تاریخ رجال حدیث کی تدوین و تحقیق، کتب اسماء الرجال سے استفادہ کا طریقہ، اہم و مشہور کتب رجال پر تبصرہ و تعارف

مؤلفہ

مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری

پروفیسر حدیث جامعۃ الامارات (العین)

بانی و سرپرست

جامعہ اسلامیہ مظفرپور، قلندرپور، اعظم گڈھ، یوپی

نام کتاب ـــــ فن اسماء الرجال ائمہ حدیث کا عظیم الشان کارنامہ
مؤلف ـــــ ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری
کتابت و ڈیزائن ـــــ نور الہدیٰ مظاہری اکبرپوری
باہتمام ـــــ حبیب الرحمن قاسمی استاذ جامعہ ہذا
سن طباعت بار دوم ـــــ ۳۰۰۰
تعداد ـــــ تین ہزار
ناشر ـــــ شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڈھ
قیمت ـــــ ۵۰ پچاس روپے
بلال آرٹ پریس (اردو پرنٹرز) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲

ملنے کے پتے

۱. جامعہ اسلامیہ مظفرپور، قلندرپور، اعظم گڈھ، یوپی پن ۲۷۶۳۰۲
۲. مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
۳. صدیقی کتاب گھر نزد چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند
۴. کتب خانہ عزیزیہ و بازار جامع مسجد دہلی

مسعودی م ۱۵۴ھ ایک محدث ہیں، امام معاذ بن معاذ نے ان کو دیکھا کہ اپنی تحریری یادداشت دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، توانھوں نے فوراً ان کے حافظہ سے اپنی بے اعتباری ظاہر کر دی[1]

یہی معاذ بن معاذ وہ بزرگ ہیں کہ ان کو ایک شخص نے دس ہزار دینار صرف اس معاوضہ میں پیش کرنا چاہا کہ وہ ایک شخص کو معتبر (عادل) اور غیر معتبر کچھ نہ کہیں، یعنی ان کے متعلق خاموش رہیں، انہوں نے اشرفیوں کے اس توڑے کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ میں کسی حق کو چھپا نہیں سکتا[2]

کیا تاریخ اس سے زیادہ احتیاط و دیانت داری کی مثال پیش کر سکتی ہے؟

محدثین کا وجدانی ملکہ ان محدثین کرام کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ نور باطن اور وجدانی ملکہ عطا فرمایا تھا کہ کسی راوی کی روایت سننے، دیکھنے کے ساتھ ہی سمجھ جاتے تھے کہ یہ راوی جھوٹا ہے یا سچا، روایت صحیح ہے یا ضعیف و موضوع، حافظ ابن قیم سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ بغیر سند کے دیکھے ہوئے حدیث موضوع کا علم ہو جائے؟ تو حافظ صاحب نے فرمایا کہ یہ بڑا عظیم القدر سوال ہے، بغیر سند کے دیکھے ہوئے وہی شخص حدیث کو پہچان سکتا ہے کہ جس کے گوشت و پوست میں حدیث سرایت کر چکی ہو، اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات، واوامر و نواہی، اور آپ کے مرغوبات و مرضیات ہر وقت اس کی نظر کے سامنے ہوں، گویا کہ وہ حضور پُر نور کی مجلس مبارک میں صحابۂ کرامؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے، ایسا شخص حدیث کو سنتے ہی بغیر سند کے دیکھے ہوئے سمجھ جاتا ہے کہ یہ ارشاد نبوی ہے یا نہیں؟ یہ ایسا ہے کہ جس طرح فقہائے حنفیہ یا فقہائے شافعیہ طرز کلام سے پہچان لیتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے یا امام شافعیؒ کا[3]

صرّاف (سُنار) جس طرح سونا دیکھ کر کھرے کھوٹے کا اندازہ کر لیتا ہے، اسی طرح

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۱۱۔ والاعلان بالتوبیخ ص ۶۶ [2] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۴۱

[3] قواعد التحدیث ص ۱۴۷

یہ حضرات محدثین بھی حدیث پاک سے اشتغال اور طول ممارست کی وجہ سے غلط وصحیح میں امتیاز کر لیتے تھے[۱]

ربیع بن خثیم ایک جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں:۔

ان من الحدیث حدیثا له	بیشک بعض حدیثی روایتوں میں روشنی
ضوء کضوء النهار و	ہوتی ہے دن کی روشنی کی مانند،
ان من الحدیث حدیثا	اور بعض میں ایک تاریکی ہوتی ہے،
له ظلمة کظلمة اللیل	رات کی تاریکی کے مانند جس سے ہم اس
نعرفه بها[۲]	کا (صحیح وغلط) ہونا پہچانتے ہیں۔

عبد الرحمٰن بن مہدی نے فرمایا کہ حدیث کی معرفت ایک الہام ہے بسا اوقات اگر تم کسی عالم سے جو حدیث کی علت بیان کرتا ہے دلیل طلب کرو، تو وہ دلیل نہیں پیش کر سکتا[۳]

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں:۔

"حدیث منکر کو سُن کر محدث کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور قلب اس سے نفرت کرتا ہے[۴]"

شیخ ابو الحسن علی بن عروہ حنبلی "کتاب الکواکب" میں فرماتے ہیں کہ:۔

"جس کی فطرت سلیم ہو اور قلب اس کا نور تقویٰ سے منور ہو، اور صدق و اخلاص اس کا مزاج ثانی بن چکا ہو، سنتے ہی اس کو جھوٹ و سچ کا پتہ چل جاتا ہے۔ بعض بزرگانِ دین نے فرمایا کہ جب کوئی جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کلام پورا ہونے سے پہلے ہی میں اس کی مراد کو سمجھ جاتا

---

[۱] تدریب طبع قدیم ص۸۹ ومقدمہ فتح الملہم ص۵۵ بحوالہ فتح المغیث [۲] معرفۃ علوم الحدیث ص۶۲ والمحدث الفاصل ص۶۳ [۳] معرفۃ علوم الحدیث ص۱۱۳ [۴] الباعث الحثیث ص۹۰

ہوں (کہ وہ جھوٹا ہے) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے
وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ ٱلۡقَوۡلِ ۔ اے نبی صلے اللہ علیہ
وسلم! ہم نے آپ کو ایسا خاص نور فراست عطا کیا
ہے کہ آپ اس کے ذریعہ منافقین کو ان کے لب و لہجہ
سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ نفاق کی بات ہے[1]"

حافظ بلقینیؒ کا ارشاد ہے :۔

" اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی انسان کی چند
سالوں تک خدمت کرے گا تو وہ اس کی ان تمام چیزوں
سے واقف ہو جائے گا جو اسے پسند ہیں یا ناپسند پس اگر
کوئی دعویٰ کرے کہ وہ فلاں چیز کو ناپسند کرتا ہے جس کے
بارے میں اسے معلوم ہے کہ وہ پسند کرتا ہے تو فقط اس کی
بات سنتے ہی سے اس کی تکذیب کر دے گا[2]"

علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں :۔

" محدثینِ کرام کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینے کا تعلق اکثر
حدیث کے متن اور اس کے الفاظ سے ہوتا ہے، جس کا حاصل
یہ ہے کہ ان حضرات محدثین کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے
الفاظ کے کثرتِ استعمال سے ایک خاص ذوق و ملکہ حاصل
ہو جاتا ہے جس سے وہ حضورؐ کے الفاظ اور دوسروں کے
الفاظ میں تمیز کر لیتے ہیں[3]"

حدیث کے پرکھنے کے اصول و ضابطے

ائمہ محدثین نے اپنے وجدانی ذوق و ملکہ
سے جو انھیں حق تعالےٰ شانہٗ کی طرف

---

[1] قواعد التحدیث ص۱۴۸ [2] تدریب ص۹۹ [3] توضیح الافکار ج ۲ ص۹۴

سے دیا گیا تھا، حدیث کے متن و اسناد دونوں کو پرکھنے اور جانچنے کے لئے ایسے اصول و ضابطے مرتب کئے کہ مستشرقین یورپ اور ان کے تلامذہ و خوشہ چیں منکرین حدیث بھی اس میں کوتاہی کا الزام نہیں لگا سکتے۔

وضعِ حدیث کی وہ علامات جن کا تعلق متنِ حدیث سے ہے

محدثین کرام نے جس طرح راویوں کی صداقت و دیانت کو ایک لازمی امر قرار دیا ہے، اسی طرح چند ایسی علامتیں مقرر کی ہیں کہ اگر وہ یا ان میں سے کوئی ایک علامت پائی جائے تو حدیث قابلِ قبول نہ ہوگی، ان میں سے چند یہ ہیں:-

(۱) جو حدیث ایسی ہو کہ اس کے معنی کی رکاکت وقارِ نبوی کے خلاف ہو، وہ قابلِ قبول نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ رکاکت کا تعلق صرف معنیٰ سے ہے اور اسی کو وضعِ حدیث کا سبب قرار دیا گیا ہے، اگرچہ الفاظ میں رکاکت موجود نہ ہو، اس لئے کہ دین محاسن پر مشتمل ہے، اور معنوی رکاکت اس کے خلاف ہے، اور اگر صرف الفاظ ہی میں رکاکت موجود ہو تو مجرد اس کو وضعِ حدیث کا سبب نہیں قرار دیا جا سکتا، ممکن ہے کہ راوی نے بالمعنی روایت کی ہو، اور فصیح الفاظ کو غیر فصیح میں تبدیل کر دیا ہو، لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ اس کے الفاظ حضورؐ کے الفاظ ہیں تو البتہ اس کو کاذب قرار دیا جائے گا۔[۱]

(۲) جو روایت قرآن، حدیث متواتر یا اجماعِ قطعی کے خلاف ہو، وہ صحیح نہیں۔[۲]

(۳) جو عقلِ سلیم کے خلاف ہو اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو، وہ قابلِ قبول نہیں۔

(۴) اگر کوئی تاریخی واقعہ صحیح اور متواتر ذرائع سے معلوم ہے، اور کوئی روایت اس کے خلاف ہے تو وہ روایت قابلِ قبول نہیں۔

۱؎ الباعث الحثیث ص ۹۰ ۲؎ توضیح الافکار ج ۲ ص ۹۶

(۵) اگر کوئی روایت مشاہدات کے خلاف ہو تو وہ قابلِ قبول نہیں۔

(۶) جس حدیث میں کسی معمولی نیکی پر غیر معمولی اور مبالغہ کے ساتھ ثواب بتلایا گیا ہو یا معمولی گناہ پر بہت بڑی وعید بیان کی گئی ہو، جیسا کہ صوفیاء و قصاص سے عام طور پر ہوتا ہے[۱] وہ صحیح نہیں۔

(۷) جس روایت میں ایسا واقعہ بیان کیا گیا ہو جو اگر وقوع میں آتا تو سیکڑوں آدمی اس کی روایت کرتے، مگر اس کے باوجود صرف ایک ہی راوی نے اس کی روایت کی، اس صورت میں اس راوی کی یہ روایت قابلِ قبول نہیں۔

(۸) جو حدیث انبیاء علیہم السلام کے قول سے مشابہت نہ رکھتی ہو، وہ قابلِ قبول نہیں...... بہرحال وہ تمام روایتیں جن میں مذکورہ بالا علتوں میں سے کوئی ایک علت بھی پائی جاتی ہو، وہ محدثین کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔[۲]

وضعِ حدیث کی وہ علامات جن کا تعلق اسناد سے ہے

(۱) راوی کذاب ہو اور کذب میں مشہور ہو اس کے علاوہ اور کوئی ثقہ راوی اس کو روایت نہ کر رہا ہو (محدثینِ کرام نے کذابین اور اس کی تاریخ معلوم کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور اس میں ایسا استقصاء کیا ہے کہ کوئی کذاب نہیں بچ سکا ہے۔)

(۲) واضع خود اپنے وضع کا اعتراف کرے، جیسے ابو عصمہ، نوح بن ابی مریم نے فضائلِ وضو میں بہت سی احادیث کے وضع کا اعتراف کیا ہے[۳]، اور اس طرح کی بہت سی دوسری مثالیں موجود ہیں۔

(۳) راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو، یا اس کی وفات کے بعد پیدا ہو، یا جس جگہ سماع کا دعویٰ کر رہا ہو، وہاں کبھی گیا ہی نہ ہو، جیسے مامون بن احمد ہروی نے دعویٰ کیا کہ اس نے ہشام بن عمار سے سُنا

---

[۱] المنار ص ۱۹ [۲] ماخوذ از فتح المغیث ص ۱۱۲ و تدریب الراوی ص ۹۹ طبع قدیم [۳] تدریب الراوی ص ۱۰۲

جن سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ کس راوی کی حدیث قابلِ قبول ہے اور کس کی قابلِ ترک، اور کس کی حدیث لکھی جائے گی اور کس کی چھوڑ دی جائے گی، ان متروکین کی اہم قسمیں حسب ذیل ہیں :-

(۱) وہ لوگ جن کے متعلق ثابت ہوجائے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ بات منسوب کرکے بیان کرتے ہیں، اس پر اجماع ہے کہ ایسے لوگوں کی روایت نہیں لی جائے گی اور یہ کذب علی النبی اکبر الکبائر ہے بلکہ علماء کی ایک جماعت نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے، اور ایک دوسری جماعت نے اس کو واجب القتل قرار دیا ہے۔

نیز اس میں بھی اختلاف، کہ ایسا شخص اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قابلِ قبول ہوگی یا نہیں ؟ امام احمد بن حنبل اور ابوبکر حمیدی جو امام بخاری کے شیخ ہیں، ان کی رائے ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، لیکن علامہ نووی اس کی توبہ اور اس کے بعد اس کی روایت کو بھی قابلِ قبول قرار دیتے ہیں، ابوالمظفر سمعانی کا مسلک ہے کہ جو شخص ایک حدیث میں کاذب ثابت ہوجائے، اس کی اس سے پہلے کی بھی ساری مرویات ناقابلِ اعتبار ہوجاتی ہیں [۱]

(۲) جو لوگ عام بول چال میں راست گفتاری کے پابند نہ ہوں اور غلط بیانی سے پرہیز نہ کرتے ہوں (اگرچہ حدیث نبوی کے بارے میں ان کا جھوٹ علم و تجربہ میں نہ آیا ہو) ان کی روایت بھی قابلِ قبول نہیں، امام مالک کا ارشاد ہے :-

لا یؤخذ العلم عن اربعۃ	چار آدمیوں سے یہ علم نہیں حاصل
رجل معلن بالسفہ وان	کیا جائے گا، ایک وہ آدمی جس کی
کان یروی الناس، ورجل	بیوقوفی آشکارا ہو، اگرچہ وہ بہت
یکذب فی احادیث الناس	زیادہ روایت کرنے والا ہو، اور

[۱] اختصار علوم الحدیث ص۱۰۱

وان كنت لا اتهمه ان يكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم وصاحب هوى يدعو الناس الى هواه وشيخ له فضل وعبادة اذا كان لايعرف ما يحدث به[1]

دوسرا وہ آدمی جو لوگوں سے گفتگو میں جھوٹ بولتا ہو، اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت نہ ہو، تیسرا وہ مبتدع جو اپنی بدعت کی طرف داعی ہو، اور چوتھے وہ شخص بھی جو اگرچہ صاحب فضل وعبادت ہو، مگر اپنی بیان کردہ حدیث کی اس کو معرفت نہ ہو، تو اس سے بھی حدیث نہ قبول کی جائے گی۔

عام گفتگو میں جس شخص کا کذب ثابت ہو چکا ہو، ایسا شخص اگر اپنے کذب سے توبہ کرلے اور اس کے بعد اس کی عدالت بھی ثابت ہو جائے، تو جمہور علماء کے نزدیک اس کی توبہ قابلِ قبول ہوگی، اور اس کی خبر پر بھی اعتماد کیا جائے گا، البتہ ابوبکر صیرفی کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جس راوی کی روایت اس کے کذب کی وجہ سے چھوڑی جائے گی، اس کے توبہ کرلینے کے بعد بھی اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی[2]

(۳) اصحاب البدع والاھواء؟ ——— اس پر تو ائمہ حق کا اتفاق ہے کہ کسی مبتدع کی حدیث جب کہ اس کی بدعت موجب کفر ہو، یا وہ کذب کو حلال سمجھے، خواہ اس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچتی ہو، اس کی روایت قابلِ قبول نہیں ——— مبتدعین کی ان قسموں کے علاوہ باقی کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ جو مبتدع اپنی بدعت کی طرف داعی ہو، اس کی بھی روایت قابلِ قبول نہیں، حافظ ابن کثیر فرماتے

---

[1] الجرح والتعدیل ج ا ص۳۲، والکفایہ ص۱۱۶ [2] الباعث الحثیث ص۱۰۳